besturdubooks.wordpress.com
مقالہ
ختمِ نبوّت
کتاب و سنت کی روشنی میں
تالیف
شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
ناشر
مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانولہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ (قرآن کریم)

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (حدیث شریف)

مقالہ

ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں

یہ مقالہ تحفظ ختم نبوت کے عالمی اجلاس دار العلوم دیوبند (بھارت) کیلئے تحریر کیا گیا تھا جو ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہونے والا تھا۔ مگر سوء اتفاق سے ویزا نہ مل سکنے کی وجہ سے یہ مقالہ نہ وہاں پہنچ سکا اور نہ پڑھا جا سکا۔ اب یہ طلبہ، علماء اور عام مسلمانوں کے فائدہ کیلئے طبع کیا جا رہا ہے۔

ابوالزاہد محمد سرفراز

طبع ہفتم فروری ۲۰۱۰

نام کتاب .... مقالہ ختم نبوت کتاب وسنت کی روشنی میں

مصنف .... امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

تعداد .... گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت .... [illegible] روپے

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿ ملنے کے پتے ﴾

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب اردو بازار لاہور
☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑگیٹ ملتان
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ

فہرست مضامین

عرضِ حال

○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْد عالم اسلام کی دنیا میں سب سے بڑی خالص اسلامی یونیورسٹی اور مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے حضرت مہتمم صاحب دام مجدہم کے یکے بعد دیگرے تین عدد دعوت نامے راقم اثیم کے نام بذریعہ ڈاک آئے۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے معزز ارکان شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق ۲۹ر ۳۰ر ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر ایک عالمی اجلاس طے ہوا ہے۔ جس میں تمہاری شمولیت بھی ضروری ہے اور ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر ایک مقالہ تحریر کرکے ۲۰ر اکتوبر تک دارالعلوم دیوبند بھیج دیں۔ اور مقالہ فل اسکیپ سائز کے سات صفحات پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ یا اگر مقالہ مفصل ہو تو چار پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرمادی جائے تاکہ اس کو ۱۲ منٹ میں پیش کیا جاسکے۔

چونکہ راقم اثیم ۲ ستمبر ۱۹۸۶ء سے ۲۵ ستمبر تک برطانیہ کے دورے پر تھا۔ اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں اسباق کے خلاف معمول کافی ناغے ہو چکے تھے اس لئے خود دارالعلوم دیوبند جانے کے سلسلہ میں خاصا متردد تھا۔ مگر بفضل اللہ تعالیٰ مقالہ ان کے انتخاب کردہ عنوانات کے تحت نمبر ۱ (ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں) پر لکھنا شروع

کر دیا۔ اور معلوم ہوا کہ عزیزم زید راشدی اور عزیزم محمد عبد القدوس خان قارن سلمہما اللہ تعالیٰ اپنے چند دیگر رفقاء کے ساتھ اس اجتماع پر دارالعلوم جانے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں اور ویزے حاصل کرنے کے لئے درخواستیں بھی دے چکے ہیں۔ بے حد مصروفیت کی وجہ سے مقالہ ۲۰ اکتوبر تک تیار نہ ہو سکا۔ تاکہ بذریعہ ڈاک دارالعلوم دیوبند ارسال کر دیا جاتا۔ دل مطمئن تھا کہ انشاء اللہ العزیز تکمیل کے بعد یہ مقالہ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جائے گا۔ جو وہاں اجلاس میں پڑھ کر سنا دیا جائے گا۔ مگر عزیزوں کے طے شدہ پروگرام کے مطابق روانگی سے ایک دن پہلے معلوم ہوا کہ انڈیا نے سرحدوں کی کشیدگی کا بہانہ بنا کر ان کے ویزوں کی درخواستیں مسترد کر دی ہیں اور مرکزی حضرات میں سے جن دو چار خوش نصیبوں کو جانے کی اجازت ملی تو وہ چلے گئے۔ اور ہمیں ان کے جانے کا علم نہ ہو سکا پھر اتنا وقت نہ تھا کہ بذریعہ ڈاک وغیرہ کے یہ مقالہ وہاں اجلاس میں پہنچایا جا سکتا۔ اب مناسب معلوم ہوا کہ طلبہ علم کے افادہ کے لیے اسے شائع کر دیا جائے۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ یہ شائع کیا جا رہا ہے۔ نفعنا اللہ تعالیٰ بہا۔

دارالعلوم دیوبند سے آئے ہوئے دعوت ناموں میں سے مفصل دعوت نامہ درج ذیل ہے۔

دارالعلوم دیوبند

محترم المقام دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں۔ فتنہ قادیانیت آزادی کے بعد ہمارے ملک میں سرد پڑ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے علماء امت ومحافظین شریعت اس کی جانب سے بے فکر

ہو گئے تھے۔ اب میدان خالی پا کر اس فتنہ نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے
اس لئے ضروری ہے کہ اس فتنہ کا پھر سے قوت کے ساتھ تعاقب کیا
جائے اس غرض سے دارالعلوم دیوبند کے معزز ارکان شوریٰ نے اپنے
گذشتہ اجلاس میں دارالعلوم کے زیر اہتمام "تحفظ ختم نبوت" کے
موضوع پر ایک علمی اجلاس منعقد کرنے کی تجویز فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی
فیصلہ کے مطابق مورخہ ۲۹، ۳۰، ۳۱، اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم میں عالمی
اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے۔

جناب والا کی وقیع علمی خدمات کے پیش نظر عرض ہے کہ اس موقع پر
ابطال قادیانیت کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم فرما کر مورخہ ۲۰ اکتوبر
۱۹۸۶ء تک دارالعلوم دیوبند کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ امید ہے کہ
اس موقعہ کی اہمیت کے پیش نظر اس گزارش پر خاص توجہ فرمائیں گے۔

نمونہ کے لئے چند عنوانات ہمرشتہ عریضہ ہذا ہیں   والسلام

مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم
دیوبند

نوٹ: مقالہ فل اسکیپ سائز کے ۲ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یا اگر مقالہ مفصل
ہو تو چار یا پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرما دی جائے۔ تاکہ اس کو بارہ ۱۲ منٹ
میں پیش کیا جا سکے۔

عنوانات

(۱۸) ردِّ قادیانیت پر حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری کی جلیل القدر خدمات

(۱۹) مرزا غلام احمد قادیانی اور قرآن کریم کی تحریفات

(۲۰) مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے کفریہ عقائد۔

مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم، مولانا معراج الحق صدر المدرسین دارالعلوم و جملہ اراکین شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔

ان اکابر علماء کرام کثر اللہ تعالیٰ امثالہم کی دعوت اور حکم کی تعمیل میں یہ مقالہ بڑی عجلت سے تحریر کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو کام جلدی میں کیا جائے اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہے۔ اس لئے اہل علم سے گذارش ہے کہ بجائے شور و غوغا برپا کرنے اور طعن و تشنیع کرنے کے اگر اس میں غلطیاں ہوں تو معقول طریقہ سے اغلاط کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ اور اصلاح کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ رسولہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وجمیع اتباعہ الیٰ یوم الدین۔ آمین یارب العلمین۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۷ھ، ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء

ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ختم نبوّت کتاب و سنّت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ۔ اما بعد

جس طرح برحق اور آخری مذہب اسلام میں توحید و رسالت اور قیامت وغیرہا کے اصول بنیادی اور قطعی عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح اس امر پر بھی یقین لانا ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کی بعثت کے بعد تا صور اسرافیل علیہ السلام کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی کو آپ کے بعد نبوت مل سکتی ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا انکار یا تاویل کرے۔ تو وہ یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ عنقریب اس کے نمونے آتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز۔

ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم قرآن کریم کی متعدد آیات کریمات سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہے، مگر ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک ہی آیت کریمہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ	محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝	اللہ (تعالیٰ) کا اور مہر سب نبیوں پر ہے اور
(پ ۲۲۔ الاحزاب ۵)	ہے اللہ (تعالیٰ) سب چیزوں کا جاننے والا۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں متعدد اور معتبر تفاسیر میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محبت و شفقت اور پیار کی وجہ سے حضرت زید بن حارثہؓ (المتوفی ۸ھ) کو اپنا متبنّٰی یعنی پالک اور منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اور ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش (المتوفاة ۲۰ھ) سے کر دیا تھا۔ مگر اختلاف طبائع کی وجہ سے نباہ نہ ہو سکا۔ اور حضرت زیدؓ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔ عدت گذر چکنے کے بعد آپ نے ان سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ حضرت زینبؓ کی بھی دلجوئی ہو جائے مگر دور جاہلیت کے نظریات کے تحت (کہ وہ لوگ متبنّٰی کی بیوی سے وفات یا طلاق کے بعد عدت گذر چکنے کے بعد بھی نکاح حرام سمجھتے تھے۔ جب کہ اسلام میں صلبی اور رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے) لوگوں کے اس اعتراض اور پروپیگنڈے کا خدشہ پیش نظر تھا۔ اس لئے آپ اس نکاح سے گھبراتے تھے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے (جسمانی) باپ نہیں۔ نہ حضرت زیدؓ کے اور نہ کسی اور کے ہاں روحانی

ابوت وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ کی نص سے۔ کیونکہ جب حضرات ازواج مطہراتؓ مومنوں کی روحانی مائیں ہیں۔ تو لازماً آپؐ ان کے باپ ہیں۔ اور حدیث انما انا لکم مثل الوالد الحدیث نسائی جلد ۱ سے ثابت ہے۔ تو جب آپؐ حضرت زیدؓ وغیرہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ تو بعد از عدت ان کی بیوی سے نکاح کیوں ناجائز ٹھہرا؟
یہ یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جن کا وجود صحیح احادیث اور کتب تاریخ سے ثابت ہے۔ تاریخی طور پر اس میں کوئی اختلاف نہیں۔
جن کے نام حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ تھے اور دو فرزند بھی قطعاً اور یقیناً تھے۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت ابراہیمؓ۔ کتب احادیث اور تاریخ سے اس کا واضح ثبوت ہے۔ مگر یہ دونوں بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی رجل اور مرد نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ آپ کے ایک فرزند اور بھی تھے جن کا نام عبداللہ تھا۔ ان کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۱۷ وقال رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات) مگر وہ بھی بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ لہٰذا آپ کی نرینہ بالغ اولاد کوئی نہ تھی۔ صاحبزادیاں ہی تھیں۔
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں۔ تو پھر حضرت زیدؓ کی مطلقہ بی بی بہو ہونے کے لحاظ سے آپ پر کیسے اور کیونکر حرام ہو گی۔ باقی رہے دور جاہلیت کے غلط نظریات تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مٹانے اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہی مبعوث کیا ہے۔ جن کا مٹانا آپ کے فرض منصبی میں شامل ہے۔
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی آشکارا کر دیا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ

کے رسول یعنی اُمت کے روحانی باپ ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ کہ آپؐ کی آمد پر انبیاء
کرام علیہم السلام کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اکثر علماء عربیت کی اصطلاح کے مطابق لفظ رسول
اور نبی کا مصداق اور مآل ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوقِ خدا کو پہنچانے
والا اور ان کو خدائی خبریں سُنانے والا رسول کا مادہ رسالت ہے۔ یعنی پیغام رسانی اور
نبی کا مجرد مادہ نَبَأٌ ہے۔ جس کے معنی خبر دینا اور ظہور کے ہیں۔ کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ
سے حکم پاکر مخلوق کو خبر بھی دیتا ہے۔ اور دلائل و معجزات کے اعتبار سے ان کی نبوت
ظاہر بھی ہوتی ہے۔ اور اس کا مجرد مادہ نُبَأۃٌ بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے معنی الصوت
الخفی کے ہیں۔ چونکہ وحی لانے والا فرشتہ اُن سے آہستہ گفتگو کرتا ہے اور وہ بھی اس
سے مخفی طریقہ پر محو گفتگو ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے اور نبی کے معنی
راستہ کے بھی ہیں۔ نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ وصول
الی اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہوگئے (ملاحظہ ہو نبراس ص۵۱)

اور بعض علماء عربیت کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالےٰ کی
طرف سے مستقل کتاب و شریعت عطا ہوئی ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کہ صاحبِ تورات اور صاحبِ شریعت تھے۔ اور نبی وہ ہوتا ہے۔ جس کو نبوت تو
ملی ہو مگر وہ صاحبِ کتاب و صاحبِ شریعت نہ ہو۔ بلکہ وہ صاحبِ کتاب و
صاحبِ شریعت رسول کا معاون و وزیر ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب
بیان فرمایا تو لفظ رسول سے وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ یعنی اس دوسری اصطلاح کے
مطابق آپؐ صاحبِ کتاب و صاحبِ شریعت ہیں۔ اور جب لفظ خاتم کا مضاف

البتہ بیان کیا تو لفظ النبیین ذکر فرمایا۔ یعنی اس دوسری اصطلاح کے مطابق آپ غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ اگر اس مقام پر خاتم المرسلین کا جملہ ہوتا تو اس اصطلاح کے موافق شبہ کرنے والے یہ کہہ سکتے تھے کہ آپ تو رسل کے خاتم ہیں۔ اور رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب و صاحب شریعت ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد غیر تشریعی نبی آسکتا ہے اور آپ غیر تشریعی نبوت کے خاتم نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم اور معجز کتاب میں اس باطل شبہ کی بھی گنجائش ختم کردی۔ اور واضح کر دیا کہ آپ تشریعی نبوت تو کیا غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں وخاتم النبیین آپ کے آنے سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ جس کی انتظار تھی ؎

نوائے عندلیب آئی ہوائے مشکبار آئی
سنبھل اے دل ذرا تو بھی سنبھل کامل بہار آئی

خاتم کا معنی

لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی مہر کے ہیں جیس طرح لفافہ اور بنڈل وغیرہ میں کوئی چیز رکھ کر اسے بند کر کے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے تو کوئی چیز مہر توڑے بغیر نہ تو اس میں رکھی جا سکتی ہے اور نہ نکالی جا سکتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ کی آمد سے قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اور نبوت کا دروازہ بند اور سیل ہو گیا۔ اور اس پر مہر لگ گئی۔ اب بغیر مہر توڑے نہ اسے کوئی کھول سکتا ہے۔ اور نہ اندر داخل ہو سکتا ہے یہی ختم کا معنی ہے اور یہی اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ ہمیں قائم رکھے ؎

زمانہ ساز، نظرباز، مدعی سے کہو
جہانِ عشق میں سکے وفا کے چلے

لفظ خاتم اور قادیانی

قادیانی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔ اور وہ خاتم کا معنی

مہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر ہمارا پورا یقین ہے۔ مگر بقول شاعر ؎

در لٹیدہ بھی وا ہے یقین بھی ہے چناؤں زبا ۔ مگر جو دل میں ہے وہ وسوسہ کچھ اور کہتا ہے

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے ہی آگے نبوت چلتی رہے گی۔ وہ یوں کہ آپ کا کلمہ پڑھ کر اور آپ کی پیروی اور اتباع کر کے ہی کسی کو نبوت ملتی اور مل سکتی ہے۔ ویسے نہیں مگر قادیانیوں کی یہ تاویل بلکہ تحریف قطعاً باطل ہے اولاً اس لئے کہ یہ معنی قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماعِ اُمّت کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔ وثانیاً آپ کی پیروی اور اتباع کا جذبہ جس طرح خیر القرون اور اُن کے قریب کے زمانوں میں تھا۔ وہ بعد کو نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُن مبارک زمانوں میں کسی کو نبوت نہ مل سکی اور اب اس کا دروازہ وا ہو گیا۔ جھوٹے نبیوں کی بات نہیں ہو رہی۔ ان کا حشر تاریخی طور پر سب کو معلوم ہے۔ تفصیلی طور پر کتابیں دیکھنے کی فرصت نہ ہو۔ تو کتاب آئمہ تلبیس مؤلفہ حضرت مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ فاضل دیوبند ہی کافی ہو گی۔ وثالثاً خاتم کا معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔ (تریاق القلوب ص۳۷۹)

اس حوالہ کے پیشِ نظر اگر مرزا صاحب خود اور ان کی رُوحانی ذریت خاتم النبیین

کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے آگے نبوت چلتی اور جاری و ساری ہے تو خاتم الاولاد کا بھی یہ معنی کریں۔ کہ مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کے ہاں مرزا صاحب کی مہر لگنے سے تاقیامت ان کے پیٹ سے اولاد نکلتی رہے گی۔ اور یہ مہر خاصی مفید کارآمد رہے گی۔ یا کم از کم ان کی والدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی ایسا ہوتا رہا۔ کہ مرزا صاحب کی مہر لگتی رہی اور اولاد نکلتی رہی۔ تو پھر وہ خاتم النبیین کا معنی بھی بزعم خویش یہ کر سکتے ہیں۔ گو دوسروں پر وہ حجت نہیں۔ اور اگر وہ خاتم الاولاد کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے بعد ان کی والدہ کے ہاں کوئی اور لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔ تو اسی طرح یہاں بھی خاتم النبیین کا یہی معنی متعین ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد تاقیامت کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

محمد علی لاہوری کا بیان

مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کا سربراہ محمد علی لاہوری جو گو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تو نہیں مانتا۔ مگر مجدد، مسیح اور مصلح کا نام تجویز کرتا ہے۔ اور یہ بھی نرا زندقہ اور الحاد ہے۔ اور وفات عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائل ہونے کی وجہ سے وہ قطعی کافر ہے۔ اور ختم النبیین کے معنی میں وہ لکھتا ہے کہ

ختم اور طبع کے لغت میں ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ایک چیز کو ڈھانک دینا اور ایسا مضبوط باندھ دینا کہ دوسری چیز اس میں داخل نہ ہو سکے۔ (تفسیر بیان القرآن پ ۲۲)

الحاصل خاتم کے معنی مہر کے لے کر بھی ختم نبوت کا مفہوم واضح ہے اور قادیانی و لاہوری دونوں کے مسلمات اس پر شاہد ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی

کا ثبوت دیں سے

عذر عذر کہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے   خدا نہ دا سطہ ڈالے کسی کمینے سے

خاتم ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے

پہلے یہ عرض کیا گیا ہے۔ کہ لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ کا ہے۔ جو مہر کے معنی میں ہے۔ اور خود فریق مخالف کے قائم کردہ اصول کے مطابق یہ لفظ ختم نبوت پر دال ہے نہ کہ اجرائے نبوت پر اب یہ گذارش ہے کہ لفظ خاتَم باب مفاعلہ کی ماضی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسیؒ (المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ) نے صرف و نحو اور لغت کے مشہور امام ابو العباس محمدؒ بن یزیدؒ بن عبدالاکبر المعروف بالمبردؒ (المتوفی سنہ ۲۸۵ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے (تفسیر روح المعانی ص ۲۲/۲۲) اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انہوں نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ یعنی ان کی آمد سے نبیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آپ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی ختم نبوت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔ جس کا انکار بغیر کسی مسلوب الایمان والعقل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قادیانیوں کی بالکل بے جا تاویل اور تحریف سے نہ تو نص پر کوئی زد پڑتی اور پڑ سکتی ہے۔ اور نہ قادیانیوں کی ایسی تاویلوں سے ان کا ایمان ثابت ہو سکتا ہے۔

قادیانیت بھی خالص کفر کا ایک شعبہ ہے۔ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

بقول حضرت مولانا ظفر علی خان صاحبؒ (المتوفی سنہ ۱۹۵۶ء) سے

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے   ہنس کے بولی آپ ہی کی ذریات سالی ہوں میں

اقوالِ مرزا صاحب

کسی لفظ کے معنی کی تعیین کے لئے اصولِ مسلمہ کے علاوہ فریقِ مخالف کے اپنے قول اور اقرار سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے خود مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اس کا اقرار ہے کہ خاتم بمعنی ختم۔ قطع اور خاتمہ کے ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَخَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِيِّيْنَ (حمامۃ البشریٰ ص۲۰)

بے شک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

نیز لکھا ہے۔

(۲) وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلَيْهِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِيْنَ (حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی ص۶۴)

تحقیق سے ہمارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔ اور ان پر رسولوں کا سلسلہ قطع ہو گیا ہے۔

مزید لکھتا ہے۔

(۳) یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی و رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔
(ازالہ اوہام طبع قدیم لاہور ص۱۴۲)

ان واضح اور روشن حوالوں سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ خود مرزا صاحب بھی ختم کے معنی خاتمہ، بند اور انقطاع کے کرتے ہیں۔ اور صاف لفظوں میں لکھتے اور اقرار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت ختم کر دی ہے۔ اور اب وحی و رسالت قیامت تک بند ختم اور منقطع ہے اور آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ہے

اب تو اس راہ سے وہ شخص گزرتا بھی نہیں | اب کس امید پہ دروازے سے جھانکے کوئی

احادیث

ختم نبوت کا مسئلہ جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جن میں سے ایک آیت کریمہ اور اس کی مختصر ضروری تفسیر و تشریح پہلے عرض کر دی گئی ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ احادیث صحیحہ صریحہ اور متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ بطور اختصار کے چند احادیث درج ذیل ہیں۔ جن سے بڑی صراحت و وضاحت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ (جن کا مشہور قول کے مطابق نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ المتوفی سنہ ۵۷ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ گھومنے والے اس کے اردگرد گھومتے ہیں۔ اور اس کی بہترین بناوٹ پر تعجب اور حیرت کرتے ہیں۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فانا اللبنة وانا خاتم النبيين (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ مشکوٰۃ ص ۵۱۱)	میں وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اور حضرت جابرؓ (المتوفی سنہ ۷۴ھ) کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے۔ کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
فانا موضع اللبنة جئت فختمت	کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں میں
الانبياء (مسلم ج ۲ ص ۲۴۸)	نے آ کر (یعنی میری آمد نے) نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ!

فانا موضع اللبنة ختمت بی الانبیاء — اس اینٹ کی جگہ میں فٹ ہوگیا ہوں۔ اور
(ابوداؤد طیالسی صہ ۲۴۷) — انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہوگئی ہے۔

ان صحیح اور صریح احادیث سے صراحۃً معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے قصرِ نبوت مکمل ہوگیا ہے۔ خالی اینٹ کی جگہ پر ہوگئی ہے۔ اور سلسلہ نبوت و رسالت ہر طرح سے بالکل بند، منقطع اور ختم ہوچکا ہے۔ خود مرزا صاحب کو جب مسلمان تھے۔ اقرار تھا۔ ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام (سراج منیر صہ)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

مجھے [۱] جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور رعب [۲] کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ اور میرے [۳] لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے۔ اور میرے [۴] لئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے (کہ اس پر بجز مستثنٰی مواضع کے نماز پڑھوں اور تیمم کروں) اور مجھے [۵] تمام (مکلف) مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وختم [۶] بی النبیون (مسلم صہ ۱۹۹ ج ۱ و مسند ابوعوانہ صہ ۳۹۵ ج ۱ و مشکوٰۃ صہ ۵۱۲ ج ۲) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی ایک اور روایت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی سیاست حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کے بعد اور آجاتا۔

وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فتکثر الحدیث (مسلم ج۲ ص۱۲۶)	اور میرے بعد نبی نہیں اور خلفاء بکثرت ہوں گے۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے بھی بالکل عیاں ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آمد سے نبوت ورسالت کا خاتمہ ہوگیا۔

(۳) حضرت ثوبانؓ (المتوفی ۵۴ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداؤد ج۲ ص۲۲۸ وترمذی ج۲ ص۴۵ ومشکوٰۃ ج۲ ص۴۶۵)	اور بے شک میری امت میں تیس (کے قریب) بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا۔ کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

لاتقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون دجالاً کلھم یزعم انہ رسول اللہ (مسلم ج۲ ص۳۹۷ وابوداؤد ج۲ ص۲۴۰)	اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ جب تک کہ تیس دجال خارج نہ ہوں۔ جو سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔

(۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع و	میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور

مشفع ولا فخر (مسند دارمی ج۱ ص۳۰ طبع المدینۃ المنورۃ ومشکوٰۃ ج۲ ص۵۱۳)

میں پہلا وہ شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول ہوگی، وراس پر فخر نہیں

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اب اور قیامت کو یہ اعزازات و انعامات مرحمت فرمائے اور وعدہ فرمایا۔ مگر مجھے ان میں سے کسی پر کوئی تکبر اور فخر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خالص عطیات ہیں۔

(۵) حضرت عرباضؓ بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

وانی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ (مسند احمد ج۴ ص۱۲۷ ومشکوٰۃ ج۲ ص۵۱۳ ومجمع الزوائد ج۸ ص۲۲۳)

بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (تقدیر میں) خاتم النبیین لکھا گیا۔ جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گوندھی ہوئی مٹی کی صورت میں تھے

اور یہ حدیث مستدرک میں بھی دو جگہ مذکور ہے۔ ایک جگہ الفاظ یہ ہیں۔

یقول انی عند اللہ فی اول الکتاب الخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ الحدیث (مستدرک ج۲ ص۶۰۰ قال الحاکم والذہبی صحیح)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلی نوشت (یعنی تقدیر) میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین ہوں اور بے شک حضرت آدمؑ اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے۔

اور دوسرے مقام پر الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا کہ!

انی عبد اللہ وخاتم النبیین وابی منجدل فی طینتہ (الحدیث) مستدرک ج۲ ص۴۱۸ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں (اسی وقت سے) جب کہ میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے۔

ان صحیح احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صراحۃً مذکور ہے

(۶) حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ (ترمذی ج۲ ص۵۳ وقال حدیث صحیح غریب ومستدرک ج۴ ص۳۹۱ قال الحاکم والذہبی علی شرط مسلم والجامع الصغیر ج۱ ص۷۲ وقال صحیح والسراج المنیر ج۲ ص۱۹ وقال صحیح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک رسالت اور نبوت ختم اور منقطع ہو چکی سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ کوئی نبی (کہ ان کو میرے بعد رسالت و نبوت ملے)

یہ صحیح حدیث بھی تشریعی اور غیر تشریعی ہر قسم کی نبوت کے ختم ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رجب ۹ھ میں تقریباً تیس یا چالیس یا ستر ہزار مجاہدین اسلام کو (جن کے پاس دس یا بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ اونٹ وغیرہ اس کے علاوہ تھے) لے کر غزوۂ تبوک کے سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو اہل خانہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے (مدینہ منورہ میں آپ نے اپنا نائب اس موقع پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ المتوفی ۴۳ھ کو مقرر کیا تھا) خلیفہ بنایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنی اس مختصر سی غیر حاضری میں حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب بنایا تھا۔ حضرت علیؓ رومیوں کے خلاف لڑنے کے بڑے مشتاق تھے۔ دل میں کچھ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہیں؟ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص المتوفی ۵۵ھ

سنہ ۵۵ھ) فاتح ایران کی روایت میں ہے۔

قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لیس بعدی نبی (وفی روایة لانبی بعدی) بخاری ج۲ ص۶۳۳ و مسلم ج۲ ص۲۷۸

کیا تو اس پر راضی نہیں کہ (اس نیابت میں) تیری اور میری وہ نسبت ہو جو حضرت موسٰی اور حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس روایت میں بھی اس کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی نبی آ سکتا ہے۔

(۸) حضرت ابوامامہ الباہلیؓ (صدی بن عجلان) (المتوفی سنہ ۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

یا ایها الناس انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم فذکروا لحدیث رواه الطبرانی ورجال احد الطریقین ثقات وفی بعضهم ضعف (مجمع الزوائد ج۸ ص۲۶۳)

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔

ان تمام صحیح وصریح احادیث سے ختم نبوت کا مسئلہ واضح سے واضح تر ہو گیا ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ البتہ "وہم" کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ منکر تو یہی کہے گا ؎

آئے دیوانے جس کے لئے چاک کیا ہے ناصح سے گریباں کو سلانے کے نہیں ہم

اجماع امت

جس طرح ختم نبوت کا قطعی عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں کافی حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں

مگر مقالہ کے اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک ہی حوالہ عرض کرتے ہیں حضرت ملا علیؒ القاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ جو گیارہویں صدی کے مجدد بھی بیان کئے جاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ

ودعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کفر بالاجماع	ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ طبع کانپور)

الحاصل مسئلہ ختم نبوت قرآن و سنت کے قطعی اور واضح دلائل و براہین سے ثابت ہے اور اجماع اُمت اس پر مستزاد ہے۔ تو اس کے حق و صحیح ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ جب ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزائی یہ کہہ دیں گے ؎

ہم پیروی احمد مرسل نہیں کرتے ۔۔۔ ہے نام مسلماں کا مسلمان کہاں ہیں

فائدہ جن صحیح اور صریح احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو ان کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو رسالت و نبوت نہیں مل سکتی۔ کیونکہ نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ صحیحہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ آپؐ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں۔ اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سے پیغمبروں کی تعداد اور گنتی میں اضافہ ہو جائے گا اور نمبر شماری بڑھ جائے گی اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد سے بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری سے بھی گنتی اور عدد جوں کا توں رہتا ہے۔ اور اس سے ختم نبوت پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ عدد اور گنتی کے لحاظ سے آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی قصرِ نبوت کی آخری اینٹ، آخری نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اس صفت میں کوئی بھی آپ کا مثیل، نظیر اور ثانی نہیں ہے ؎

ادھر آؤ آئینہ دیکھو یہ کیسا ہے — مگر آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے

نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات، آسمان دوم پر ان کا وجود اور قیامت سے قبل اُن کا نزول اور چالیس سال تک حکمرانی کرنا طے شدہ بات ہے۔ امام ابو حیان الاندلسیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) حضرت امام ابن عطیہؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

"اُمتِ مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے جس کی بنیاد متواتر احادیث پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور آخر میں نازل ہوں گے"

(تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص [illegible])

امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

"حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور ان کی نبوت کی نفی کفر ہے"

(الحاوی للفتاوی ص [illegible] ج ۲)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ملک شام کے شہر دمشق میں (جامع اموی) کے سفید مشرقی مینار پر (جس کو دمشقی لوگ منارۃ مسیح کہتے ہیں) صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے۔"

(مختصر تفسیر ابن کثیر ج [illegible] ص [illegible])

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے قریب آئیں گے۔
کیونکہ ان کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔ (مجمع البحار ج ۱ ص ۲۸۶)

علامہ ابو محمد بن حزم الظاہریؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ

جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر کسی اور نبی کے آنے کا قائل ہو۔ تو اس کے کفر میں دو مسلمانوں نے بھی شک نہیں کیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک امر پر تمام پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ (الملل والنحل ج ۳ ص ۲۴۹)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۳۴۳)

غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور نزول پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ اور امت مسلمہ کا اجماع واتفاق اس پر مستزاد ہے جس کا انکار بغیر کسی ملحد کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نزول آسمان سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ینزل من السماء آسمان سے نازل ہوں گے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقیؒ ص ۴۲۴ طبع الٰہ آباد ومجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۴۹ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸ ومنتخب کنز برحاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۵۶) اور نزول کے بعد وہ چالیس سال تک زندہ رہیں

گے۔ اور حکومت کریں گے (ابوداؤد ص۲۳۸ ج۲ و الطیالسی ص۳۳۲ و مستدرک ص۵۹۵ ج۲ و مجمع الزوائد ص۲۰۵ ج۸) یہ حکومت قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے وفادار خلیفہ کے حکم میں ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے

نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے مسئلہ ختم نبوت کا اتنا اور ایسا قطعی ثبوت ہے کہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے۔ بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رُو سے مُدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے۔ مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ عوام اور افراد کا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے۔

قال قد جاء ابن النواحة و ابن اثال رسولين لمسيلمة الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال لهما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تشهدان انى رسول الله؟ فقالا نشهد ان مسيلمة رسول الله فقال رسول

وہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر عبد اللہ بن نواحہ اور اسامہ بن اثال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن دونوں سے فرمایا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ نے فرمایا کہ میں اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمنت باللہ ورسلہ لو کنت قاتلاً رسولاً لقتلتکم قال عبد اللہ فمضت السنۃ بان الرسل لا تقتل فاما ابن اثال فکفاناہ اللہ واما ابن النواحۃ فلم یزل فی نفسی حتی امکن اللہ تعالیٰ منہ (ابوداؤد الطیالسی ص ۳۴ واللفظ لہ ومستدرک ج ۳ ص ۵۳ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۶ ومسند احمد ج ۱ ص ۳۹۶ ونحوہ فی الدارمی ص ۳۲۳ طبع ہند)

تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تمہیں قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بین الاقوامی دستور اور سنت یوں جاری ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا رہا۔ ابن اثال کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی کفایت کر دی (اسامہؓ بن اثال بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۶) اور ابن نواحہ کا معاملہ میرے دل میں کھٹکتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی قدرت دی اور میں نے اُسے قتل کروایا۔

ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴ اور مستدرک ج ۳ ص ۵۳ میں ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ جو اس حدیث کی صرف متابع اور شاہد ہے۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنے والا واجب القتل ہے۔ رکاوٹ صرف یہ پیش آئی کہ اس وقت اُسامہؓ بن اثال اور عبد اللہ بن نواحہ سفیر تھے۔ اور سنت اور اس وقت کے بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ تاکہ پیغام رسانی میں کسی قسم کی کوئی کمی اور کوتاہی باقی نہ رہ جائے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کوفہ کے گورنر تھے تو عبد اللہ بن نواحہ ان کے قابو آ گیا اور وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے باز نہ آیا اور توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت قرظہ بن کعب کو حکم

دیا۔ کہ وہ ابن نواحہ کی گردن اڑا دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۵۲ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح)

اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس موقع پر ابن نواحہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

فانت الیوم لست برسول فامر قرظة بن کعب فضرب عنقه فی السوق ثم قال من اراد ان ینظر الی ابن النواحة قتیلاً بالسوق۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷)

آج کے دن تو تو قاصد نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت قرظہؓ بن کعب کو حکم دیا۔ اور انہوں نے کوفہ کے بازار میں ابن نواحہ کی گردن اڑا دی پھر فرمایا کہ جو شخص ابن نواحہ کو بازار میں مقتول دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ لے۔

اور سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۲۰۶ اور طحاوی ج ۲ ص ۱۵ میں روایت ہے۔ کہ عبد اللہ بن نواحہ کوفہ کی مسجد بنو حنیفہ میں نماز پڑھتا تھا۔ اور اس کے موذن نے اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد وَاَنَّ مُسَيْلَمَةَ (الکذاب) رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا (معاذ اللّٰہ تعالیٰ)

زندیق کی تعریف

زندیق شرعاً ایسے شخص کو کہا جاتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور شعائر اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو۔ مگر کسی کفریہ عقیدہ پر ڈٹا ہوا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ المتوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں کہ!

وان کان مع اعترافه بنبوة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واظهار شعائر الاسلام

اگر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہے اور شعائر اسلام کا

یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق۔ (شرح مقاصد ج۲ ص۲۶۸ ومثلہ فی کلیات ابی البقاءؒ ص۲۰۵)

اظہار بھی کرتا ہے۔ لیکن دل میں ایسے عقیدے رکھتا ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہیں، تو وہ زندیق ہے

اور حضرت ملا علی القاریؒ زندیق کا یہ معنی بیان کرتے ہیں۔

او من یبطن الکفر ویظہر الایمان الخ

یا وہ کفر کو چھپاتا اور ایمان کو ظاہر کرتا ہو۔ (مرقات ج ۷ ص...)

علامہ ابن عابدین الشامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ!

فان الزندیق یموہ بکفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورۃ الصحیحۃ وھذا معنی ابطان الکفر اھ (شامی ج۳ ص۲۴۳)

زندیق ملمع سازی کرکے اپنے کفر کو پیش کرتا ہے فاسد عقیدہ کی ترویج کرتا ہے۔ اور اس کو صحیح صورت میں ظاہر کرتا ہے اور کفر کے چھپانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ احمدؒ بن عبد الرحیمؒ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں۔

وان اعترف بہ ظاھرا لکنہ یفسر بعض ما ثبت من الدین بخلاف ما فسرہ الصحابۃؓ والتابعون واجمعت علیہ الامۃ فھو الزندیق

مسوی ج۲ ص۱۳۰

اور اگر وہ ملحد ظاہری طور پر دین کو مانتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور امت کے اجماع کے خلاف ہو۔ جیسے قادیانی خاتم النبیین کا معنی کرتے ہیں، تو وہ زندیق ہے۔ (صفدر)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (المتوفی ۱۳۹۶ھ) مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ :

زندیق کی تعریف میں جو عقائد کفریہ کا دل میں رکھنا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ وہ مثل منافق کے اپنا عقیدہ ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے عقائد کفریہ کو ملمع کر کے اسلامی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

(کذا فی الشامی) (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۹)

نرا وہم

خود قادیانیوں کو اور ان کے کفر میں تردد کرنے والے بعض نوخیز انگریزی خواں کو یہ وہم ہے۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت نے پاک و ہند اور بعض دیگر ممالک میں اسلام پھیلایا۔ اور دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ لہذا ان کی تکفیر مناسب نہیں۔ لیکن یہ ان کا نرا دجل اور مکر ہے۔ اولاً اس لئے کہ ختم نبوت جیسے قطعی عقیدہ کا انکار کرنا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ کی حیات و نزول کا انکار کرنا۔ اور ظالم انگریز کی تائید میں تعریف کے پل باندھ دینا اور پچاس الماریاں اس کی تائید میں لکھ مارنا دین اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ اور یہ خرافات دین اسلام کے کن عقائد کا نام ہے؟ اگر معاذ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو مٹانا اور اس کے بنیادی عقائد کو بدل ڈالنا اور پیغمبروں کی قابل احترام ہستیوں کی کھلے طور پر توہین کرنا اسلام کی خدمت ہے؟ تو قادیانیوں کی اپنی خانہ ساز اصطلاح اور اختراع ہے۔ وثانیاً اگر بالفرض کسی کافر و فاجر سے دین کی کوئی تائید ہو بھی جائے۔ تو اس سے اس کا مسلمان اور متقی ہونا کیونکر اور کیسے ثابت ہو جائے گا۔؟ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کہ غزوۂ خیبر میں قزمان نامی منافق نے میدان

جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور وہ زخمی ہوا اور خودکشی کرلی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ!

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر (البخاری ج ۱ ص ۴۳۳ ج ۲ و سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۷)	بے شک اللہ تعالیٰ فاجر کے ذریعہ بھی اس دین کو تقویت پہنچا دیتا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے یوں آتا ہے

سیشد د ھذا الدین برجال لیس لھم عند اللہ خلاق (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶ وقال صحیح و السراج المنیر ج ۳ ص ۲۵۲ وقال حدیث صحیح۔	عنقریب اس دین کو ایسے مردوں کے ساتھ مضبوط کیا جائے گا جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ایمان وخیر کا) کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ باطل فرقوں میں سے کسی شخص کے قول و فعل سے دین اسلام کی تقویت تو ہوسکتی ہے۔ مگر اسلام کے کسی مسئلہ اور پہلو کی تائید و تقویت سے فاجر و ملحد و زندیق کا ایمان و اسلام اور تقویٰ ثابت نہیں ہوسکتا اور اس کے مومن و مسلم کہلانے سے وہ مومن و مسلم نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام کے قطعی عقائد سے اس کا انکار ہوتا ہے اور دل ایمان و ایقان سے خالی ہوتا ہے۔

سفر کی سمت کا کوئی تعین ہو تو کیسے ہو
غبار کارواں کچھ راستہ کچھ اور کہتا ہے

محض نبوت کے زبانی اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا | حضرات فقہاء کرامؒ محدثین عظامؒ اور

متکلمین ذوی الاحترام کے نزدیک ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے۔

وامّا فی الشرع فھو التصدیق بما علم مجیئی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً وھذا مذھب جمہور المحققین (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۵۲)

شریعت میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس ضروری چیز کی تصدیق کی جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ جو چیزیں تفصیلاً معلوم ہوں۔ ان کی تفصیلاً تصدیق ہو اور جو چیزیں اجمالاً معلوم ہوں ان کی اجمالاً تصدیق ہو، یہی جمہور محققین کا مذہب ہے۔

اس سے ایمان کا شرعی معنیٰ واضح ہوگیا۔ نہ یہ کہ محض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار سے کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام (المتوفیٰ ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ) مسیلمہ بن حبیب وقیل ابن ثمامہ ابو ثمامہ (الکذاب) کے بارے لکھتے ہیں۔ کہ!

واحل لھم الخمر والزنا ووضع عنھم الصلوٰۃ وھو مع ذلک یشھد لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ نبی (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۰)

مسیلمہ نے ان کے لئے شراب و زنا کو حلال کیا، اور نمازوں کی چھٹی دے دی مگر باوجود اس کے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ شہادت دیتا تھا کہ آپ نبی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شراب و زنا کی حرمت قطعی ہے۔ ان کو حلال کرنا اور نمازوں کو معاف کرنا۔ جن کا پڑھنا ہر دو کرنا آپ کی شریعت میں دین کی بنیاد ہے۔ قطعاً کفر ہے۔ پھر محض زبانی طور پر آپ کی نبوت کے

اقرار کرنے سے مسیلمہ کذاب کو کیا فائدہ ہوا؟

اور وہ کفر سے کیونکر بچ سکا۔ اور پھر خود نبوت کا دعویٰ کرنے سے وہ غضب علیٰ غضب اور کفر فوق کفر کا مرتکب ہوا۔ (عیاذاً باللہ تعالیٰ)

شیخ الاسلام حافظ احمدؒ بن عبد الحلیمؒ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ۔

قد اجمع المسلمون ان من سب اللہ تعالیٰ او سب رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او دفع شیئاً مما انزل اللہ او قتل نبیاً من انبیاء اللہ انہ کافر وان کان مقراً بما انزل اللہ تعالیٰ اھ (الصارم المسلول ص۵۱۲)	تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کو رد کر دیا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو شہید کر دیا۔ تو وہ شخص کافر ہے اگرچہ زبانی طور پر وہ ما انزل اللہ تعالیٰ کا مقر ہو۔

یہ تمام صریح حوالے اس پر دال ہیں۔ کہ صرف زبانی طور پر اسلام کا دعویٰ کرنا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کر لینا ہی مسلمان کہلانے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ تمام ضروریات دین کا یقین واذعان کرنا ضروری ہے۔ لاریب فیہ۔

مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی حقیقت اور ضرورت

آج سے تقریباً دو سو سال پہلے انگریز قوم نے کئی سمندر پار سے تاجرانہ صورت میں آکر سونے کی چڑیا (ہندوستان) پر مکارانہ اور غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اور مجاہدین اسلام اور حریت پسندوں سے متعدد معرکوں میں مقابلہ بھی

کیا۔ جن میں معرکہ شاملی وغیرہ بھی شامل ہے۔ مگر اپنے تدبر اور عیاری سے اپنا اقتدار اور تسلط پورے ہندوستان پر جما لیا اور اُس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہو گئی۔

اس دور میں ہندوستان میں علمی عملی اور سیاسی طور پر مسلّم شخصیت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کا فتویٰ پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ کہ انگریز کے تسلط جما لینے کے بعد ہندوستان دار الحرب ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی جلد اصفحہ و جلد ۲ صفحہ) علماء کرام اور عامۃ المسلمین اس فتویٰ سے بڑے متاثر اور مطمئن تھے۔ برعکس اس کے انگریز اس سے بہت ہی مخالف اور پریشان تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا اثر بالکل زائل یا کم ہو۔

اس وقت ایک طرف تو بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام لکھ کر انگریز کا کچھ غم ہلکا کیا اور پھر ان کے فرزند فاضل ابن الفاضل ابو البرکات آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب اور ان کے تقریباً تیرہ ہمنوا جید علماء اور مصدقین نے اختراعی مقدمات جوڑ جوڑ کر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام حرام حرام قرار دیا۔ (دیکھئے طرق الہدیٰ والارشاد صفحہ ۲ طبع بریلی) اور دوسری طرف بعض غیر مقلدین حضرات نے اپنے جاہ و جلال اور ریاستوں کی حفاظت اور انگریز کی کاسہ لیسی کی خاطر انگریز قوم کے خلاف جہاد حرام قرار دیا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کہ کسی نے نہ سنا ہوگا۔ کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث و قرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا۔ اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے۔ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔ (الحمد للہ تعالیٰ کہ جہاد

کا یہ شرف (جناب کو حاصل ہے۔ صفدر) منتقیانِ حدیث نبوی بلفظہٖ (ترجمان وہابیہ
ص۲) ابھی اثنا میں انگریزی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے انگریز کی طرف سے مرزا
غلام احمد قادیانی کو جعلی نبوت عطا ہوئی۔ تاکہ وہ جہاد کو منسوخ کرکے انگریز کے قدم
مضبوط کرے۔ اور دینی طور پر لوگوں کی ذہن سازی کرے اور یہ خالص حقیقت ہے
کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودا نے انگریز کے لئے بہت کچھ کیا۔ اور اس کے
حق میں بہت کچھ کہا ہے اور اسی خانہ ساز طریقے سے اس نے اسلام کی مضبوط
اور سیسہ پلائی ہوئی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے کی بے حد کاوش اور سعی کی اور انگریز
نے اس سے کرائی ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب نے برمحل یہ ارشاد
فرمایا ہے کہ ؎

کاٹنا مقصود ہے جس سے شجر اسلام کا   قادیاں کے لنڈنی ہاتھوں میں وہ آری بھی دیکھ

مولانا موصوفؒ نے جو فرمایا ہے وہ سراسر حقیقت ہے۔ مرزا صاحب نے براہین
(نامی کتاب) کی پچاس جلدیں لکھنے کا اعلان کیا اور اس کے لئے خوب چندہ فراہم کیا
جب پانچ جلدیں لکھ چکے تو چپ سادھ گئے۔ لوگوں نے وعدہ پورا کرنے کا تقاضا کیا۔
تو یوں گویا ہوئے۔ پہلے پچاس ۵۰ لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس ۵۰ سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔
اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے اور (صفر) کا فرق ہے۔ اس
لئے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہوگیا۔ (بلفظہٖ براہین حصہ پنجم ص۷)
سبحان اللہ تعالیٰ اربعین (نامی کتاب) کے چالیس نمبر لکھنے کا اعلان کیا۔ جب
چار حصے لکھ کر ترکی ختم ہوگئی اور چندہ ہضم ہوگیا۔ تو یہ کہا کہ چار کو بجائے چالیس
کے خیال کرو (اربعین ج ۴ ص۱۳) یعنی ایک صفر اور زیرو اپنی طرف سے ڈال کر پانچ

کو پچاس اور چار کو چالیس بنا ڈالو کیا خوب ! یہ فریب کاری اور جعل سازی جعلی نبی ہی کا شیوہ ہے۔

مرزا صاحب نے صداقتِ اسلام پر تین سو دلائل پیش کرنے کا دعویٰ اور اعلان کیا۔ جب چندہ اکٹھا اور عیش کوشی کا سامان مہیا ہو گیا تو صرف دو دلیلیں لکھ کر خاموش ہو گئے (دیکھئے براہین صد حصہ پنجم) اب یہ بات تو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ ساز ثبوت ہی جانے کہ دو کو تین سو پر کیسے فٹ کیا جا سکتا ہے! اور اس صریح مکروفریب کا ان پاس کیا جواز ہے؟ مگر یہ نہ پوچھئے آخر انگریزی نبی جو ہوئے!

؎ دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

مرزا صاحب کا اپنا اقرار

بجائے اس کے کہ ہم دیگر مؤرخین کے حوالوں سے یہ ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ اور انگریزی کی بڑھ چڑھ کر اور ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے حمایت و تائید کی خود ان کے اپنے حوالے ہی کفایت کریں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں، اور اشتہارات شائع کئے ہیں۔ کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں۔ تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔

(تریاق القلوب طبع اول ص۱۵ طبع دوم ص۲۷)

جس شخص کی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزی حکومت کی تائید و اطاعت اور جہاد کی ممانعت و مخالفت میں گزرا۔ اور اس قدر اس نے کتابیں اور رسالے لکھے ہوں

کہ ان سے پچاس الماریاں بھر جاتی ہوں۔ تو ایسے شخص کے انگریزی سلطنت کے وفادار اور خود کاشتہ پودا ہونے کے بارے میں کیا شک و تردد ہو سکتا ہے؟

(۲) ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے۔ اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷)

(۳) میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۷)

(۴) میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے ص۵۹ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس ۲۲ برس سے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے۔ کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم ص۲۷)

(۵) مرزا صاحب نے جہاد کی مخالفت اور ممانعت پر جہاں نثر کے ذریعہ زور لگایا ہے وہاں نظم و شعر میں بھی جہاد کی حرمت کو خوب خوب اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ ؎

چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۹)

(۶) بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے (تحفہ گولڑویہ ص۴۱ و خطبہ الصلی ص۲۰)

(۷) سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ (تبلیغ رسالت ص۱۲ و ص۳۶)

ان تمام صریح اور روشن حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت از طرف برطانیہ محض اپنی تائید و اطاعت کو نمایاں کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب کے چیلوں نے دین کے لئے لڑنے کو حرام سمجھ کر انگریز کے ہاتھ خوب مضبوط کئے۔ اور آج بھی انہی ممالک میں ان کے اڈے ہیں۔ جہاں انگریز کا ذہن اور تہذیب و تمدن موجود ہے۔ کیونکہ فطری امر ہے۔ کہ ہر درخت اپنے مناسب ماحول ہی میں برگ و ثمر لاتا ہے۔ تو قادیانیت کا خود کاشتہ پودا بھلا اس فطری معاملہ سے کیسے الگ رہ سکتا ہے۔

صریح دھوکہ

قادیانی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی ہیں آپؐ پر جو نبوت ختم ہوئی ہے وہ تشریعی ہے۔ اور مرزا صاحب تو آپؐ کے اُمتی اور غیر تشریعی نبی ہیں لہٰذا مرزا صاحب کو امتی اور غیر تشریعی نبی تسلیم کرنے سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی اور لفظ خاتم النبیین اپنے مقام پر فٹ رہتا ہے مگر یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اولاً۔ اس لئے کہ ہم نے قرآن کریم اور صریح و صحیح احادیث کے حوالے سے یہ بات عرض کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ نہ تو آپؐ کے بعد کوئی شریعت والا نبی پیدا

ہوسکتا ہے۔ اور نہ غیر شریعت والا (ثانیاً) اس لئے کہ مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افترا کرکے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو۔ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا ہے۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ (رسالہ اربعین ع۴ ص۶)

اس حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کا صاحب الشریعۃ نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور ان کی وحی میں بقول اُن کے اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی: ایک امر تو یہ ہے کہ جہاد حرام ہے۔ اب جو شخص دین کے لئے جہاد کرتا ہے۔ تو بقول مرزا صاحب وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہے۔ اور یہ حرمت جہاد بھی قطعی ہے۔ بھلا عین ضرورت کے وقت اس وحی سے جو ٹیچی (مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا۔ حقیقۃ الوحی ص۳۳۲) کی طرف سے آئی سفید فام آقا کیوں خوش نہ ہوتا۔

مطیع ہونے کا دعویٰ باطل ہے خود مرزا صاحب اور ان کی رُوحانی ذرّیت مسلمانوں کو یہ بھی باور کراتے ہیں

کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع مطیع اور فرمانبردار ہیں، اور

ان کی (جعلی اور اختراعی) نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل، سایہ اور بروز ہے۔ مگر مرزا صاحب کے اپنے بیانات اس کے خلاف ہیں وہ معاذ اللہ تعالیٰ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین بلکہ آپ سے بڑھا ہوا تصور کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

(۱) ؎ منم مسیح زماں منم کلیم خدا — منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳)

؎ آدمم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ دادہ است ہر نبی راجام — داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹)

(۲) — جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے اُس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱) (معاذ اللہ تعالیٰ) ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو معاذ اللہ تعالیٰ عین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت کیا ہے۔

(۳) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی مگر مرزا صاحب کے وقت چودہویں رات کے چاند اور بدر جیسی ہے (محصلہ خطبہ الہامیہ ص۱۸۱) نیز لکھتا ہے۔ پہلے اسلام ہلال تھا اب بدر ہو گیا ہے (ایضاً محصلہ ص۱۸۴، ص۱۹۸)

(۴) — غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا۔ (چشمہ معرفت ص۸۳)

(۵)___ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں (تحفہ گولڑویہ ص۶۷) مگر مرزا صاحب کے دس لاکھ نشان ہیں (تذکرۃ الشہادتین ص۴۱) معجزہ اور نشان ایک ہی بات ہے (نصرۃ الحق ص۴۱ مؤلفہ مرزا غلام احمد)

(۶)___ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی ص۸۹) مرزا صاحب عجیب ظلی، بروزی مطیع اور غیر تشریعی نبی ہیں۔ کہ ان کا تخت تو سب نبیوں سے اوپر اور اونچا بچھایا گیا۔ مگر وہ ظل نیچے رہے۔

(۷)___ نیز لکھا ہے کہ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔ (ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص۲۴۵)

ان عبارات میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قارئین کرام! کہاں تک مرزا قادیانی کی خرافات نقل کی جائیں۔ ان کی جملہ کتابیں ایسی خرافات سے پُر ہیں۔ ان حوالوں میں مرزا صاحب نے پہلے تو معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدغم ہونے اور آپ میں حلول اور اتحاد کا باطل دعویٰ کیا ہے۔ پھر اگلی عبارات میں آپ سے معاذ اللہ تعالیٰ فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد بھی اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی تابع اور مطیع کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اور ظلی بروزی کے چکر میں الجھا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے۔ یہ عجیب ظل اور سایہ ہے۔ کہ اصل اور ذی ظل تو تین ہزار بار حرکت کرتا ہے (کہ آپ سے تین ہزار معجزے صادر ہوئے) مگر سایہ دس لاکھ مرتبہ اُٹھتا، اُچھلتا، ناچتا اور کودتا ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ ہے وہ

پھر بھی اصل کا سایہ اور ظل ہی مرزا صاحب کی یہ نرالی منطق ہے۔

(۸)—— خدا نے اس اُمّت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۴۸ منقول از ریویو جلد اول ۶ ص۲۵۷)

(۹)—— نیز لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۹ و دافع البلاء ص۲۰)

بلکہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے بڑھ کر توہین کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ:

(۱۰)—— عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶)

(۱۱)—— آپ کا خاندان بھی نہایت ہی پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

(۱۲)—— یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ جیسا کہ ایک شریر مکّار نے جس میں سراسر یسوع کی رُوح تھی آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آپ کو گالیاں دینی اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵)

(۱۳)—— یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف (نجار) اور مریم کی اولاد تھی۔

(حاشیہ کشتی نوح ص۱۶)

(۱۴)—— چونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس ۲۲ برس کی مدت تک نجاری (بڑھیوں اور ترکھانوں) کا کام بھی کرتے تھے۔ (ازالۂ اوہام ص۱۲۵)

(۱۵) ــــ ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے۔ جو اس عقدہ کو حل کرے۔ (اعجاز احمدی صلا)

(۱۶) ــــ اور مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کی ہدایت و اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا۔ اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی۔ کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ سب مجبوریاں تھیں۔ جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔ (کشتی نوح صلا) معاذ اللہ تعالیٰ۔

ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح ضروریات دین میں سے کسی عقیدہ کا انکار کفر ہے اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور ایسے مقام پر عمدہ سے عمدہ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی۔ حقیقت کو واضح کرنے کے لئے چند حوالے عرض کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ــــ علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانیؒ (المتوفی ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں۔

لان الکفر ھو جحد الضروریات من الدین او تاویلھا۔ ضروریات دین کا انکار اور ان کی تاویل کفر ہے۔

(ایثار الحق علی الخلق ص۴۱۵)

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

مذهب الاكثرين من الائمة وجماهير علماء الامة وهو التفصيل والقول بان التاويل فى القطعيات لا يمنع الكفر	اکثر ائمہ اور جمہور علماء اُمت کے مذہب میں قول مفصل یہ ہے کہ قطعیات (اور ضروریات دین) میں تاویل کفر سے نہیں بچا تی۔

(اتحاف ج ۲ ص ۱۱۱)

(۲)___ مشہور متکلم علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالیؒ (المتوفی ۸۶۰ھ) اور عبد الحکیم سیالکوٹیؒ (المتوفی ۱۰۶۷ھ) لکھتے والفظ لہٗ

التاويل فى ضروريات الدين لا يدفع الكفر (الخيالی ص ۱۱ مع حاشیہ فاضل سیالکوٹیؒ)	ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

(۱۳)___ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

ثم التاويل تاويلان تاويل لا يخالف قاطعاً من الكتاب والسنة واتفاق الامة وتاويل يصادم ما ثبت بالقاطع فذالك الزندقة (مسوّی ج ۲ ص ۱۱۰)	تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تاویل وہ ہے جو کتاب وسنت اور اتفاق امت کے قطعی دلائل کے مخالف نہ ہو اور دوسری تاویل وہ ہے جو اس چیز سے متصادم ہو جو قطعی طور پر ثابت ہے۔ ایسی تاویل زندقہ ہے

حافظ ابن الہمام محمدؒ بن عبد الواحد (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

الاتفاق على ان ما كان من اصول الدين وضرورياته	اس پر اتفاق ہے کہ اصولِ دین اور ضروریات دین کی جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی

یکفر المخالف فیہ (مسایرہ ص ۱۲۰ طبع مصر)	تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابن عابدین الشامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر	حضرات فقہاء کرامؒ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس نے طاعات و عبادات
(رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۷)	میں گذار دی ہو۔

علامہ ابو البقاءؒ (المتوفی سـھ) فرماتے ہیں کہ:

ولا نزاع فی اکفار منکر شیء من ضروریات الدین۔	جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر میں
(کلیات ابی البقاء ص ۵۵۳)	کوئی نزاع نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں

در تکفیر آنہا جرأت نباید نمودن تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ ننماید ورد متواترات احکام شرعیہ نکنند	اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی تکفیر میں جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ تاوقتیکہ وہ ضروریات دینیہ اور احکام شرعیہ کے
(مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۳۶ وج ۳ ص ۹)	متواترات کا انکار نہ کریں۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

اگر مخالف ادلۂ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ و اجماع قطعی است او کافر باید	اگر ادلۂ قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کا مخالف ہو تو اُسے کافر ہی

سمجھنا چاہیئے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۵۲) شمر دلاہ

ان تمام صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی۔ کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی قطعی اور ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور تاویل ایسے موؤں کو کفر سے نہیں بچاتی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ وغیرہ بزرگوں کے حوالوں سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہوگئی۔ کہ کتاب وسنت متواترہ اور اجماع امت سے جو چیز ثابت ہو۔ وہ قطعی اور ضروریات دین میں سے ہوتی ہے۔

اور بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ ختم نبوت کتاب وسنت کے روشن دلائل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ بقدر ضرورت اسی پیش نظر مقالہ میں حوالے مذکور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک | نعمت اللہ قادیانی کی افغانستان میں سنگساری

چیلہ نعمت اللہ قادیانی، غازی امان اللہ خان مرحوم شاہ افغانستان کے دور میں افغانستان میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ وہاں کے جید علماء کرام اور غیور مسلمانوں نے اُسے گرفتار کروا دیا اور اسلامی عدالت کی طرف سے اس کے سنگسار کرنے کا فیصلہ صادر ہوا۔ چنانچہ اس کو برسرِ عام سنگسار کیا گیا۔ اور قادیانیت کے فتنہ بازوں کو پھر وہاں جانے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ اور وہ علاقہ اس طرح قادیانیت کی نحوست سے محفوظ رہا۔ اس نعمت اللہ کے سنگسار کئے جانے پر مرزا غلام احمد قادیانی اور لاہوری پارٹی کے سربراہ مسٹر محمد علی لاہوری اور ان کے چیلوں نے ہندوستان میں خوب واویلا مچایا اور اخبارات و رسائل میں اس پر شری سے دے کی۔ اس دور میں حضرت مولانا ظفیر احمد

صاحب عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ بعمر ۶۴ سال ایک ماہ بارہ دن) نے علماء افغانستان کے فتویٰ کے درست ہونے اور نعمت اللہ کے ارتداد کی وجہ سے قتل کیے جانے کو قرآن کریم صحیح احادیث اور فقہاء ملت کے صریح فتووں سے جائز ثابت کیا۔ اور اس پر انہوں نے علمی رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام الشہاب الرجم الخاطف المرتاب تجویز فرمایا۔

یہ رسالہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں تحریر کیا گیا۔ اس رسالہ کو سر ظفر اللہ خاں مرتد کی کوشش سے (جو بدقسمتی سے اس وقت پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اور اسی کی وجہ سے ابتداء میں پاکستان کے تعلقات حکومت افغانستان سے خاصے کشیدہ رہے۔ بلکہ خراب کئے گئے) پاکستان میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ حضرت مولانا عثمانیؒ پاکستان کے شیخ الاسلام تھے۔ مگر کچھ نہ کیا جا سکا۔ اور یہ رسالہ ضبط کر لیا گیا۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا عثمانیؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے صریح حوالوں سے اس کے ادعائے نبوت کا اور تمام اہلِ اسلام کے ہاں ختم نبوت کے قطعی عقیدہ کی مرزا قادیانی کی طرف سے بے جا اور باطل تاویلات اور تحریفات کا ذکر کر کے اس کا ملحد و زندیق ہونا اور قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی سے مرتد کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی ختم نبوت کو رد کرنے والی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسلام کے قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو کر ان کو صادق سمجھتی

رہے۔ اور ان کی حمایت میں ترقی رہے۔ وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے۔ خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو یا لاہور میں۔ جب تک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کرے گی۔ خدا کے عذاب سے خلاص پانے کی اس کے لئے کوئی سبیل نہیں بلفظہٖ (الشہاب صلا طبع دیوبند)

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا۔ کہ پاکستان کے شیخ الاسلام کے نزدیک مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری مرتد اور زندیق ہیں اور قتل کے بارے وہ یہ حوالہ نقل کرتے ہیں کہ

وقد اتفق الائمة علی ان من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ وعلی ان قتل الزندیق واجب وھو الذی یُسِرّ الکفر ویتظاھر بالاسلام۔	بلاشبہ تمام حضرات ائمہ کرامؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس پر بھی ان کا اجماع ہے۔ کہ زندیق کا قتل کرنا بھی واجب ہے اور وہ ایسا شخص ہے جو کفر کو چھپاتا اور اسلام کا اظہار کرتا ہے۔
(المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۵ لعبدالوہاب شعرانیؒ)	

مرتد کی سزا

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے تبلیغ و ترغیب تو ہے۔ لیکن لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کے قاعدہ کے مطابق جبراً کسی کو مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور وہ بدبخت اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی ہے۔ جب دنیا کی کسی حکومت میں باغی کسی رعایت کا مستحق نہیں بلکہ تختۂ دار پر لٹکائے جانے کے قابل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے باغی کے لئے رعایت

کی گنجائش کیسے؟ بلکہ اگر قتل سے کوئی زیادہ سزا ہوتی تو وہ اس کا بھی مستحق ہے
مُرتد کا قتل کرنا قرآن وحدیث اور اجماعِ امّت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کر کے ارتداد اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے

فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ (پ ۱، البقرہ رکوع ۶)

سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اکثر تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ جن لوگوں نے گئو سالہ پرستی کی تھی اور جو مرتد ہو گئے تھے۔ ان کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قتل کرایا گیا۔ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ اور ان لوگوں کے واقعہ کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ٥ (پ ۹۔ الاعراف رکوع ۹)

اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والے کو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔ بلفظہٖ اور الشہاب میں انہوں نے اس پر مفصّل بحث کی ہے۔

ایک شُبہ اور اس کا ازالہ ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو۔ کہ قتل مرتدین کا یہ فیصلہ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت اس کے علاوہ ہے۔ تو جواب یہ ہے

کہ اولاً تو ہمارا استدلال صرف فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ کے جملے سے ہی نہیں ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ حکم بنی اسرائیل کے ساتھ مختص تھا۔ جو اس کے مخاطب تھے بلکہ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْن کے جملہ سے بھی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدین کے بارے اپنی عادت جاری بیان فرمائی ہے۔ کہ مرتدوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یا دیں گے۔ کیونکہ نجزی مضارع کا صیغہ ہے۔ جس میں حال اور استقبال کا معنی پایا جاتا ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدوں کی سزا کے بارے میں اپنی عادتِ جاریہ کا ذکر فرمایا ہے جو واضح ہے۔ (ثانیاً) اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ!

و شرائع من قبلنا تلزمنا اذا قص اللہ و رسولہ من غیر نکیر الخ (نور الانوار صفحہ ۲۱۶)	ہم سے پہلے کی شریعتوں کے احکام جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کئے ہوں اور ان پر نکیر نہ کی ہو تو وہ ہم پر بھی لازم ہیں۔

اور قتل مرتد کی اللہ تعالیٰ نے وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْن میں تائید کی ہے نہ کہ تردید اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث قتل مرتد کی تائید کرتی ہیں۔ نہ کہ نکیر و تردید تو قرآن کریم کی نص قطعی سے مرتد کی سزا قتل ثابت ہوئی۔ جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ تردد نہیں ہے۔ البتہ لَا تُسْمِعُ کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

مسلمانوں کو منکروں کے انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیئے۔ اور حق کے میدان میں بلا خطر چلنا چاہیئے۔ سہ

میدان میں گرجتا ہوا شیروں کی طرح چل   تو شیر ہے دشمن کے کلیجے کو ہلا دے

احادیث (۱) حضرت عکرمہؒ (المتوفی ۱۰۷ھ) سے روایت ہے کہ:

ان علیاً حرّق قوماً فبلغ ابن عباسؓ فقال لو کنت انا لم احرقهم لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتهم کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بدّل دینہ فاقتلوہ۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ وترمذی ج ۱ ص ۱۷۶ وفیہ فبلغ ذالک علیاً فقال صدق ابن عباسؓ وقال ھذا حدیث حسن صحیح وابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲ ونسائی ج ۲ ص ۱۵۰ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۰۷ وسنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۵)

حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو آگ میں جلا دیا۔ یہ خبر جب حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب (آگ) سے کسی کو سزا نہ دو بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدلا دیا۔ تو اس کو قتل کر دو۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ بات حضرت علیؓ کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت یوں ہے۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من بدّل دینہ فاقتلوہ (ابن ماجہ ص ۱۸۵ واللفظ لہ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ ومسند حمیدی ج ۱ ص ۲۴۴ وسنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۵ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۰۷ والجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۶۴ وقال صحیح وسراج المنیر ج ۳ ص ۲۴۸)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا۔ تو اسے قتل کر دو۔

اس صحیح حدیث سے مرتد کا قتل بالکل آشکارا ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنجہانی مسٹر غلام احمد پرویز کی طرح کسی کج فہم کو یہ شبہ ہو۔ کہ اس حدیث میں من بدل دینہ فاقتلوہ کے عمومی الفاظ سے اسلام سے پھر جانے والے مرتد کا قتل ثابت اور متعین نہیں ہوتا۔ کیونکہ من بدل دینہ میں الفاظ عام ہیں۔ مثلاً یہودی کا عیسائی ہو جانا یا عیسائی کا ہندو یا سکھ ہو جانا یا ہندو کا عیسائی اور یہودی وغیرہ ہو جانا وغیر ذالک۔ تو اس سے اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والے کا قتل کیسے متعین ہوا؟

الجواب یہ شبہ نہایت ہی سطحی ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کی کوئی قدر و منزلت ہی نہیں ہے (اولاً) تو اس لئے کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

ان علیاً احرق ناساً ارتدوا عن الاسلام — حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو آگ میں جلایا تھا۔
الحدیث (ابوداؤد ج۲ ص۲۴۲ و ترمذی ج۱ ص۱۷۶ و نسائی ج۲ ص۱۵۰) — جو اسلام سے پھر گئے تھے۔

اس سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ یہ کارروائی ان لوگوں کے بارے میں ہوئی۔ جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اسلام سے بایں طور پھرے کہ پہلے مسلمان تھے ا پھر مرتد ہو گئے۔ یا پہلے منافقانہ طور پر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ پھر کھلے طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ کوئی بھی معنی لیا جائے۔ یہ صحیح روایت اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والوں کے قتل کئے جانے پر نص ہے۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ سے یہی سمجھے ہیں۔ کہ دین اسلام سے پھر جانے والے کا یہ حکم ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ یہ حدیث مرتد عن الاسلام کے قتل کے متعلق ہے کہ ہندو سے عیسائی اور عیسائی سے یہودی وغیرہ ہو جانے

کے بارے میں۔ وثانیاً اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جحد آیۃ من القرآن فقد حل ضرب عنقہ الحدیث (ابن ماجہ ص۱۸۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم کی کسی آیت (یا اس سے مطلوب معنی کا مصداق) انکار کیا تو بلاشک اس کی گردن اڑا دینا حلال اور جائز ہے۔

(۱) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص پورے قرآن کریم کو مانتا ہے مگر اس کی کسی ایک آیت (یا اس کے مقصود معنیٰ) کا انکار کرتا ہے تو وہ مرتد اور قابلِ قتل ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ۔ اسلام سے پھر جانے والے کے بارے میں ہے نہ کہ کسی کافر کے اپنا دین چھوڑ کر کفر کے کسی اور دین کو اختیار کر لینے والے کے بارے میں!

(۲) حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (عبد اللہ بن قیس المتوفی [illegible]) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جب کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے بعد دوسرے صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذؓ حضرت ابو موسیٰؓ کی ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے اکرام ضیف کی مد میں حضرت معاذؓ کے لئے تکیہ ڈالا۔ اور حضرت معاذؓ ابھی تک سوار تھے۔

واذا رجل عندہ موثق قال ما ھذا قال کان یھودیا فاسلم ثم تھود قال لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ

تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس ایک شخص باندھا ہوا دیکھا، پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ یہ پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد پھر

ثلاث مرات فامر به فقتل
(بخاری ج۲ ص۱۰۲۳ و مختصرہ ص۱۰۵۹
و مسلم ج۲ ص۱۲۱ و سنن الکبریٰ ج۸ ص۲۰۴)

یہودی ہو گیا۔ فرمایا اے معاذؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت
معاذؓ نے فرمایا۔ کہ جب تک اس کو قتل نہیں
کیا جائے گا۔ میں نہیں بیٹھوں گا۔ اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ تین دفعہ
انہوں نے یہ فرمایا۔ پھر اس مرتد کے بارے
میں قتل کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اور بخاری شریف میں دوسرے مقام پر روایت یوں ہے کہ

فسار معاذ فی ارضه قریبا من
صاحبه ابی موسیٰ فجاء یسیر علی
بغلته حتی انتهی الیه واذا هو
جالس وقد اجتمع الیه الناس
واذا رجل عنده قد جمعت یداه
الی عنقه فقال له معاذ یا عبد الله
بن قیس ایم هذا قال هذا
رجل کفر بعد اسلامه قال
لا انزل حتی یقتل قال انما
جیئ به لذالك فانزل قال ما
انزل حتی یقتل فامر به
فقتل ثم نزل (بخاری ج۲ ص۱۰۲۳)

حضرت معاذؓ اپنے علاقہ کی زمین میں اپنے ساتھی
حضرت ابو موسیٰؓ کے قریب پہنچے۔ تو وہ خچر پر
سوار تھے اور حضرت ابو موسیٰؓ بیٹھے ہوئے تھے
اور ان کے پاس لوگ جمع تھے۔ اور ان کے
پاس ایک شخص کی مشکیں کسی ہوئی تھیں حضرت
معاذؓ نے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس یہ کون ہے؟
فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو
گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں اس
وقت تک نہیں اتروں گا۔ جب تک کہ اس
کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا
اس کو اسی لئے تو لایا گیا ہے۔ آپ اتریں فرمایا
جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے گا میں نہیں

اتروں گا۔ اس کو قتل کیا گیا تو وہ اترے۔

(۳) حضرت عثمانؓ بن عفان (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول لا یحل دم امرأی مسلم الا بثلاث ان یزنی بعد ما احصن او یقتل انسانا او یکفر بعد اسلامه فیقتل۔ (نسائی ج۲ ص۱۵۰ وابوداؤد الطیالسی ص۱۳ ومسند احمد ج۱ ص۶۱ وسنن الکبریٰ ج۸ ص۱۹۴)

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین چیزوں سے یہ کہ شادی کے بعد کوئی زنا کرے کسی انسان کو قتل کر دے یا اسلام کے بعد کفر اختیار کرے۔ تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور اس میں الفاظ یہ ہیں۔

او رجل ارتد بعد اسلامه (ابن ماجه ص۱۸۶)

یا وہ شخص جو اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔

(۴) حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ!

قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یحل دم رجل مسلم یشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة (بخاری ج۲ ص۱۰۱۶

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، خون بہانا جائز نہیں مگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے ۱۔ شادی شدہ ہونے

۱ جزء ۲ صفحہ ۵۹ و ابوداؤد جزء ۲ صفحہ ۲۴۲ وابن ماجہ صفحہ ۱۸۴ ومسند احمد جزء ۱ صفحہ ۲۸۲ وسنن الکبریٰ جزء ۸ صفحہ ۱۹۴ وجلد ۸ صفحہ ۲۰۲

کے بعد زنا کرے یا کسی کو قتل کر دے تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا یا اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر ملت سے جدا ہو جائے تو قتل کیا جائے گا۔

اس صحیح اور صریح حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ دین سے دین اسلام مراد ہے۔ کہ جو مسلمان اپنے دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے۔ تو وہ قابل گردن زدنی ہے۔ اور اس جرم کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا۔

(۵) حضرت عائشہؓ (المتوفاۃ ۵۸ھ) سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ارتد عن دینہ فاقتلوہ (مصنف عبدالرزاق جزء ۱۰ صفحہ ۱۶۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا۔ تو اسے قتل کر دو۔

(۶) مشہور تابعی حضرت ابو قلابہؒ (عبداللہ بن زید الجرمیؒ المتوفی ۱۰۴ھ) نے خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) کی بھری ہوئی عدالتی اور علمی مجلس میں یہ حدیث بیان فرمائی۔

واللہ ما قتل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احداً قط الا فی ثلاث رجل قتل بجریرۃ نفسہ فقتل او رجل زنی بعد احصان او رجل حارب اللہ و

بخدا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو قتل نہیں کیا۔ مگر تین جرائم میں وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کرتا۔ تو اسے قصاص میں قتل کرتے یا شادی کے بعد زنا کرتا ہے تو اسے قتل کرتے یا اسلام سے پھر کر مرتد ہو جاتا

رسولہٗ وارتد عن الاسلام الحدیث　　　تو آپ نے قتل کر دیئے۔

(بخاری جزء ۲ صفحہ ۱۰۱۹)

ایسی صحیح اور صریح احادیث کی موجودگی میں یہ موشگافیاں کہ یہ احادیث اسلام سے پھر کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں نہیں یا یہ احادیث ضعیف ہیں یا یہ احادیث کلمہ گو کے قتل سے خاموش ہیں۔ یا یہ صرف ان لوگوں کے بارے میں ہیں۔ جو اسلام سے خارج ہو کر کھلے طور پر علانیہ کافر ہو جائیں وغیرہ وغیرہ! کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ کارروائی صرف وہی کر سکتا ہے جو ملحد و زندیق ہو۔

حضرات آئمہ دین

جس طرح قرآن و حدیث اور دین اسلام کی باریکیوں کو حضرات آئمہ دین سمجھتے ہیں۔ ایسا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ اور ان میں سے بھی علی الخصوص حضرات آئمہ اربعہؒ جن کے مذاہب مشہور اور متداول اور امت مسلمہ میں قابل اعتماد ہیں۔ اور آج کل کے مادر پدر آزاد دور میں ملاحدہ اور زنادقہ کو جو اسلام کے مدعی تو ہیں مگر اسلام کی سمجھ ہی ان کو نہیں۔ اور نہ وہ اس کی روح سے واقف ہیں۔ وہ صرف اپنی نارسا عقل و خرد پر نازاں و فرحاں ہیں۔ اور اسی کو وہ حرف آخر سمجھتے ہیں۔ اور حضرات سلف پر طعن کرتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) اس حدیث پر یہ باب قائم کرتے ہیں۔

القضاء فیمن ارتد عن الاسلام مالک عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من غیر دینہ فاضربوا عنقہ قال مالک و معنی

اس شخص کے بارے فیصلہ جو اسلام سے پھر جائے۔ امام مالکؒ حضرت زیدؓ بن اسلمؒ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنا

قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
فيما نرى والله تعالى اعلم من غيّر
دينه فاضربوا عنقه انه من خرج
من الاسلام الى غيره مثل الزنادقة
واشباههم فان اولئك اذا ظهر عليهم
قتلوا ولم يُستتابوا لانه لا يعرف
توبتهم وانهم يُسرون الكفر
ويعلنون الاسلام فلا أرى ان
يستتاب هؤلاء ولا يقبل منهم
قولهم واما من خرج من
الاسلام الى غيره واظهر ذالك
فانه يستتاب فان تاب والا قتل
ذلك لو ان قوما كانوا على ذلك
رايت ان يدعوا الى الاسلام
ويستتابوا فان تابوا قبل ذلك
منهم وان لم يتوبوا قتلوا
ولم يعن بذلك فيما نرى والله
اعلم من خرج من اليهودية الى
النصرانية ولا من النصرانية الى

دین بدل دیا تو تم اس کی گردن اڑا دو حضرت
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہماری دانست میں
معنیٰ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔
کہ جو شخص اسلام سے نکل کر زنادقہ وغیرہم میں
جا ملا۔ ایسے زنادقہ پر جب مسلمانوں کا غلبہ ہو
جائے۔ تو ان سے توبہ طلب کئے بغیر ان کو قتل
کیا جائے۔ کیونکہ زنادقہ کی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی
کیونکہ وہ کفر کو چھپاتے اور اسلام کو ظاہر کرتے
ہیں۔ اور ہماری دانست کے مطابق نہ ان سے
توبہ طلب کی جائے اور نہ توبہ قبول کی جائے۔
باقی رہے وہ لوگ جو اسلام سے کفر کی طرف نکلے
اور کفر کو ظاہر کیا۔ تو ان پر توبہ پیش کی جائے گی
اور اگر وہ توبہ کر لیں۔ تو بہتر ورنہ ان کو قتل کیا
جائے گا۔ یعنی اگر کوئی قوم اسلام سے برگشتہ
ہو کر کفر کا اظہار کرتی ہے۔ تو اس سے توبہ کر لے
کا کہا جائے گا۔ اگر توبہ کی تو قبول کر لی جائے
گی ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس
حدیث کا مطلب ہماری دانست میں یہ نہیں

الیھودیۃ ولا من بغیر دینہ من
اھل الادیان کلھا الا الاسلام
فمن خرج من الاسلام الی غیرہ
واظھر ذلک فذلک الذی
عنی بہ واللہ اعلم
(مؤطا امام مالکؒ ص۶۳۲ طبع مجتبائی دہلی)

اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کوئی شخص یہودیت
سے نصرانیت کی طرف یا نصرانیت سے یہودیت
یا اسلام کے بغیر کسی اور دین کی طرف پھر جائے
تو اس کے متعلق یہ حدیث ہے بلکہ یہ حدیث
صرف اس کے بارے میں ہے۔ جو اسلام کو
ترک کرکے کفر کو اختیار کرے اور اسے ظاہر کرے

حضرت امام مالکؒ من بدل دینہٗ اور من غیّر دینہ کا یہی مطلب لیتے ہیں۔ کہ جو کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر کفر کی طرف چلا جائے اور زندیق تو ایسا واجب القتل ہے۔ کہ نہ تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار ہے۔ وہ ہر حال اور ہر کیف واجب القتل ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ (المتوفی سنہ ۱۵۰ھ) امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی الحنفیؒ (المتوفی سنہ ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

وقد تکلم الناس فی المرتد عن
الاسلام ایستتاب ام لا فقال قوم
ان استتاب الامام المرتد فھو احسن
فان تاب والا قتل وممن قال
ذلک ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد
رحمۃ اللہ علیھم وقال آخرون لا
یستتاب وجعلوا حکمہ کحکم الحربیین

لوگوں نے اسلام سے نکل کر مرتد ہو جانیوالے
کے بارے میں بحث کی ہے۔ کہ کیا اس سے توبہ
کا مطالبہ کیا جائے گا؟ یا نہیں؟ علماء کی ایک قوم
کہتی ہے۔ کہ اگر حاکم مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ
کرے تو اچھا ہے۔ توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے
حضرت امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسف اور امام محمد
رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے اور دوسرے

على ما ذكرنا من بلوغ الدعوة اياهم
ومن تقصيرها عنهم وقالوا انما يجب
الاستتابة لمن خرج الاسلام لا
عن بصيرة منه به فاما من خرج
منه الى غيره على بصيرة فانه يقتل
ولا يستتاب وهذا قول قال به
ابو يوسف فى كتاب الاملاء قال
اقتله ولا استتيبه الا انه ان
بدرنى بالتوبة خليت سبيله و
وكلت امره الى الله تعالى.
(طحاوی ج۲ ص۱۱۱ کتاب السیر)

حضرت فرماتے ہیں. کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ تب
کیا جائے جب کہ دار الحرب کے کفار کو جب دعوت
اسلام پہنچ جائے. تو پھر ان کو اسلام کی
ضرورت نہیں نہ پہنچی ہو تو دعوت دی جائے. اور
فرماتے ہیں کہ توبہ کا مطالبہ اس وقت واجب ہے
جب کہ کوئی شخص اسلام سے بے سمجھی کی وجہ سے
کفر کی طرف چلا جائے. اور وہ شخص جو سوچ سمجھے
طریقہ پر اسلام سے کفر کی طرف چلا جائے. تو اسے
قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے
امام ابو یوسفؒ نے کتاب الاملاء میں لکھا ہی فرمایا
ہے کہ میں اُسے قتل کر دوں گا. اور اس سے توبہ
کا مطالبہ نہیں کروں گا. ہاں اگر وہ میرے اقدام
سے پہلے ہی توبہ کرلے تو میں اسے چھوڑ دوں گا
اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دوں گا.

حضرت امام شافعیؒ (محمدؒ بن ادریسؒ المتوفی ۲۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولم يختلف المسلمون انه
لا يحل ان يفادى بمرتد ولا
يمن عليه ولا تؤخذ منه فدية
ولا يترك بحال حتى يسلم او

مسلمانوں میں کسی کا اس بارے کبھی اختلاف
نہیں ہوا بلکہ سب کا اتفاق ہے. کہ مرتد کا فدیہ
میں دینا جائز نہیں اور نہ اس پر احسان کیا جائے
اور اس سے فدیہ لیا جائے اور اس کو ارتداد پر بھی

عربی	ترجمہ
یقتل واللہ اعلم	نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان
(کتاب الام ج ۶ ص۱۵۲)	ہو جائے یا قتل کیا جائے ۔

حضرت امام شافعیؒ کا یہ حوالہ قتل مرتد کے بارے بالکل واضح ہے۔

حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

عربی	ترجمہ
وقد اجمعوا علی قتلہ لکن اختلفوا	تمام اہل اسلام کا قتل مرتد پر اجماع ہے ہاں اس
فی استتابتہ ھل ھی واجبۃ ام مستحبۃ	میں اختلاف ہے۔ کہ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب
اھ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص۲۲۱)	ہے یا مستحب ؟

بعض ائمہ کرامؒ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب کہتے ہیں اور بعض مستحب کہتے ہیں۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان المارد ینیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ

عربی	ترجمہ
وقال صاحب الاستذکار لا اعلم	مصنف الاستذکار (شرح مؤطا امام مالک امام
بین الصحابۃ خلافا فی استتابۃ	ابو عمر بن عبد البرؒ المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ
المرتد فکانھم فھموا من قولہ	مرتد پر توبہ پیش کرنے کے بارے میں مجھے حضرت
علیہ السلام من بدل دینہ	صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے پس
فاقتلوہ ای بعد ان یستتاب ۔	گویا کہ حضرات صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
(الجوہر النقی ج ۸ ص۲۰۵)	علیہ وسلم کے ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ سے

یہی سمجھے ہیں کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کو قتل کرنا ہے۔

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد البر المالکیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ

عربی	ترجمہ
قال مالکؒ واصحابہ یقتل الزنادقۃ	امام مالکؒ اور ان کے مقلدین فرماتے ہیں کہ

ولا یستتابون الخ

(التمہید ج ۱۰ ص۱۲۵)

زندیقوں کو بلا ان سے توبہ طلب کئے قتل کیا جائے۔

نیز فرماتے ہیں کہ

واختلف قول ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ فی الزندیق فقالا مرة یستتاب ومرة فلا یستتاب ویقتل دون استتابة الی قوله وقال الشافعیؒ یستتاب الزندیق کما یستتاب المرتد فان هو والا قتل اھ

(ج ۱۰ ص۱۲۶)

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے اقوال مختلف ہیں ایک قول ان کا یہ ہے کہ زندیق سے توبہ طلب کی جائے اور دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ زندیق سے توبہ طلب کئے بغیر اسے قتل کیا جائے (پھر آگے فرمایا) اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ زندیق سے توبہ طلب کی جائے جیسا کہ کھلے مرتد سے توبہ طلب کی جاتی ہے توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں

فاقتلوہ بعد استتابة وجوباً قال المناویؒ وعمومہ یشمل الرجل وهو اجماع والمرأة وعلیہ الائمة الثلاثة خلافاً للحنفیة اھ

(سراج المنیر ج۳ ص۳۳۴)

فاقتلوہ کا مطلب یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اس کے بعد اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں کہ الفاظ کا عموم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے مرتد مرد کے قتل کرنے پر تو اجماع ہے اور مرتد عورت کے قتل کرنے پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے۔ احناف اختلاف کرتے ہیں۔

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کے اسلام سے انکار کرنے پر اس کا قتل واجب ہے مرد مرتد کے قتل پر تمام حضرات ائمہ کرامؒ کا اجماع ہے عورت کے مرتدہ کے بارے حضرات ائمہ ثلاثہؒ کا یہی مسلک ہے البتہ احناف یہ کہتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ صنف نازک ہونے کی وجہ سے عموماً وہ لڑائی اور جھگڑا نہیں کرتی۔

قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ

وخصه الحنفية بالذكر وتمسكوا بحديث النهي عن قتل النساء (نيل الاوطار ج ۷ ص ۲۰۳)

احناف نے اس حدیث کو (ضمیر مذکر کے پیش نظر) مرد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں عورتوں کے قتل کرنے کی نہی وارد ہوئی ہے

ہاں اگر کوئی عورت لڑائی پر اتر آئے اور ارتداد کو پھیلانے کی سعی کرے تو اس کا معاملہ الگ اور جدا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کا مسلک امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ (المتوفی ۶۲۰ھ) یہ نقل کرتے ہیں۔

الفصل الثالث انه لا يقتل حتى يستتاب عند اكثر اهل العلم منهم عمر وعلي وعطاء والنخعي ومالك والثوري والاوزاعي واسحاق واصحاب الرأي وهو احد قولي الشافعي وروي عن احمد رواية

تیسری فصل اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مرتد کو اس پر توبہ پیش کئے بغیر قتل کیا جائے جن میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عطاءؒ امام نخعیؒ امام مالکؒ امام ثوریؒ امام اوزاعیؒ امام اسحاقؒ اور فقہاء احناف شامل ہیں اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت

أخرى انه لا تجب استتابته لكن تستحب وهذا القول الثاني للشافعي وهو قول عبيد بن عمير وطاؤس ويروى ذلك عن الحسن لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه ولم يذكر استتابة اھ (مغنی ج ۸ صفحہ ۱۲۴)

یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے اور امام شافعیؒ کا بھی یہ دوسرا قول ہے اور امام عبیدؒ بن عمیرؒ اور امام طاؤسؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہ مروی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین اسلام بدل دے تو اسے قتل کر دو اور توبہ کا مطالبہ اس میں مذکور نہیں ہے۔

ان تمام صریح حوالوں سے مرتد کا قتل کرنا آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔ علامہ ابو محمد بن حزمؒ لکھتے ہیں کہ قتل مرتد کا معاملہ امت میں ایسا معروف و مشہور ہے کہ کوئی مسلمان شخص اس کے انکار پر قادر نہیں (المحلی ج ۸ صفحہ ۱۲۲) ان کے علاوہ بھی کتب فقہ و فتاویٰ میں قتل مرتد کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً ہدایہ ج ۲ صفحہ، فتح القدیر ج ۴ صفحہ ۳۸۶، شامی ج ۳ صفحہ ۳۹۲ اور بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۵ وغیرہ۔

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ (المتوفی ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

مرتد کے قتل کرنے پر حضرت صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ مرتد کو تین دن تک بند رکھا جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کرے تو اچھا ہے ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے (بدائع الصنائع ج ۷ صفحہ ۱۳۴)

امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد

اہل علم کا قتل مرتد پر اجماع ہے حضرت ابو بکرؓ حضرت

وروی ذلک عن ابی بکرؓ وعمرؓ و عثمانؓ وعلیؓ ومعاذؓ وابی موسیٰؓ وابن عباسؓ وخالدؓ وغیرهم ولم ینکر ذلک فکان اجماعاً۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۹ ص ۲۴۳)

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالد بن الولیدؓ وغیرہم سے یہی مروی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں اس کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔ تو یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جس مسئلہ پر قرآن کریم اور صحیح احادیث سے واضح دلائل موجود ہوں اور جس مسئلہ پر حضرات خلفاء راشدینؓ متفق ہوں اور جس مسئلہ پر حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ جیسی شخصیتیں متفق ہوں۔ جو اپنے دور میں گورنری کے عہدہ پر فائز تھیں اور جس مسئلہ پر حضرت ابن عباسؓ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامت متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر حضرت خالدؓ بن الولید جیسے مجاہد اور فوج کے سپہ سالار متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر بقیہ حضرات صحابہ کرامؓ میں کوئی ایک فرد بھی اس کے خلاف لب کشائی نہ کرتا ہو۔ اور جس مسئلہ پر حضرات آئمہ اربعہ اور جمہور آئمہ کرامؒ متفق ہوں اور جس مسئلہ کے خلاف کوئی مسلمان انکار کرنے پر تیار نہ ہوا ہو۔ تو اس مسئلہ کے حق اور ثابت ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو عمرو عامرؒ بن شراحیل شعبیؒ (المتوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

کان العلم یؤخذ من ستۃ عمرؓ وعلیؓ وابیؓ وابن مسعودؓ وزیدؓ وابی موسیٰؓ وقال ایضاً قضاۃ الامۃ اربعۃ عمرؓ وعلیؓ وزیدؓ وابو موسیٰؓ

علم کا مرکز چھ حضرات تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ اور نیز انہوں نے فرمایا کہ امت کے جج اور قاضی چار ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم (تذکرۃ الحفاظ ص۲۳) حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

یعنی یہ وہ حضرات ہیں جن سے علم دین اخذ کیا جاتا تھا اور امت مسلمہ کے وہ مسلّم قضاۃ و جج تھے اور حضرت صفوان بن سلیمؒ الامام المدنی الفقیہؒ المتوفی ۱۳۲ھ فرماتے ہیں کہ

لم یکن یفتی فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غیر عمرؓ وعلیؓ ومعاذؓ وابی موسیٰؓ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۳)	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان چار حضرات کے بغیر اور کوئی فتویٰ نہیں دیتا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں۔

آپ حضرات بخوبی اس مقالہ میں مرتد کے بارے ان حضرات کے فتوے اور فیصلے پڑھ چکے ہیں۔

اس مقالہ میں پیش کئے گئے واضح اور صریح حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری اسلامی حکومت میں شرعاً واجب القتل ہیں۔ اگر کوئی اسلام سے پھر کر مرزائی ہوا ہو تو مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اگر کوئی نسلاً بعد نسلٍ مرزائی چلا آتا ہے تو زندیق ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے اور یہی حکم ہے ہر اس گروہ پارٹی یا فرد کا جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو۔ ملاحظہ ہو شامی ج۳ ص۲۹۵۔ مگر یہ یاد رہے کہ کسی کو حداً یا تعزیراً قتل کرنا صرف اسلامی حکومت اور عدالت شرعیہ کا کام ہے۔ عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ صرف وہی کام کر سکتے ہیں جس کا انہیں اختیار دیا گیا ہے اس کے علاوہ وہ مجبور ہیں۔ ؎

میری مجبوریوں کو کون جانے
میں خود مختار ٹھہرایا گیا ہوں

پاکستان میں قادیوں کی تعداد

قادیانی فرقہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اجراء نبوت، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور مرزا غلام احمد کو نبی یا مصلح اور مسیح موعود ماننے وغیرہ کے دعوؤں میں سراسر جھوٹا ہے۔ اسی طرح عوام الناس کو بہکانے کی خاطر اپنی تعداد بھی بڑھا چڑھا کر بتلانے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے میں بھی جھوٹا ہے۔ حقیقت اور نفس الامر اس کے بالکل خلاف ہے۔ ملک کے اندرونی حالات اور مردم شماری وغیرہ داخلی امور کی حقیقت کو جس طرح ملک کا وزیر اطلاعات ونشریات جانتا ہے۔ وہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں اور اندرونِ ملک کے امور اس کے فرض منصبی میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ان امور کے بارے اس کی رپورٹ حرفِ آخر سمجھی جاتی ہے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات ونشریات کا بیان

اسلام آباد (اپ پ) ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ملک میں قادیوں کی تعداد ایک لاکھ چار ہزار دو سو چوالیس ہے۔ یہ بات وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات راجہ محمد ظفر الحق صاحب نے آج مجلس شوریٰ میں ایک سوال کے جواب میں بتائی (بلفظہ اخبار جنگ لاہور ص۱ کالم ۳ بدھ ۱۹ شوال ۱۴۰۵ھ، ۱۰ جولائی ۱۹۸۵ء)

اسلام آباد (پ۔پ) وفاقی وزیر خزانہ لیسین وٹو نے ایوان کو ایک سوال پر بتایا کہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ملک میں عیسائیوں کی تعداد ۱۲ لاکھ ۱۰ ہزار ۲۶۳، ہندوؤں کی تعداد ۱۲ لاکھ ۷۲ ہزار ۱۱۱، پارسیوں کی تعداد ۷۰۰ اور قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ ۴ ہزار ۲۴۴ ہے۔ (اخبار جنگ لاہور ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ)

۱۵ر جنوری ۱۹۵۸ء ص۱ کالم ۱)

یہ تعداد پاکستان میں بسنے والے جملہ مرزائیوں کی ہے۔ جو ربوہ وغیرہ ملک کے دیگر اطراف اور علاقوں میں رہتے ہیں۔ بعض دیگر ممالک میں بھی کچھ مرزائی ہیں۔ مگر ان کی تعداد سینکڑوں تک بھی نہیں پہنچتی۔ چہ جائیکہ وہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہوں لیکن ان کے غلط بیانات اور ان کے ایجنٹوں اور حواریوں کے ہوا دینے سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے۔ کہ شاید وہ لاکھوں سے بھی متجاوز ہیں۔ مگر یہ پروپیگنڈا مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کی طرح صرف جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دیگر باطل فرقوں اور بے دین سیاسی لیڈروں کی ملی بھگت سے وہ پھولے نہیں سماتے۔ اور ان کی ملی اور مالی تنظیم کی جڑیں بھی خوب مضبوط ہیں۔ اور مختلف عنوانات سے وہ لوگوں کی جیبیں صاف کرنے میں بڑے مشاق ہیں۔ بقول مولانا ظفر علی خاں صاحب مرحوم

مسیلمہ کے جانشیں گرہ کٹوں سے کم نہیں ۔۔۔ کتر کے جیب لے گئے پیمبری کے نام سے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توحید و سنت اور ختم نبوت کے بنیادی عقائد پر قائم رکھے اور فتنوں سے بچائے (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین۔

احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ